© rasailojaraid.com

یادِ رفتگاں

مولانا محمد خالد سیف
اِسلام آباد

آسمانِ خطابت کے درخشندہ ستارے

مولانا غلام اللہ امرتسری لاہوریؒ

میری مادرِ علمی جامعہ اہل حدیث، لاہور (مسجدِ قدس چوک دالگراں) گذشتہ صدی کی پچاسویں اور ساٹھویں دہائی میں علما، خطبا اور دانشوروں کا مرکز و ماویٰ رہی ہے۔ میرا تحصیل علم کا دور تو ۱۹۵۹ء تک ہے لیکن اسی برس والدِ گرامی حافظ محمد حسین روپڑیؒ کی وفات کے بعد حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے میرے برادرِ بزرگ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی معیت میں جامعہ اہل حدیث کی نظامت کی ذمہ داری بھی ہمارے سپرد کردی۔ انہی برسوں میں جہاں مجھے تدریس کا ابتدائی موقعہ میسر آیا، وہاں ہفت روزہ 'تنظیم اہل حدیث' لاہور کی ادارت کی ذمہ داری بھی ملی۔ حافظ عبداللہ محدث روپڑی (والدِ گرامی کے برادرِ بزرگ اور میرے اُستاد) مشفقانہ نگرانی کے ساتھ ساتھ میری خصوصی تربیت کا اہتمام فرماتے تھے۔ ان سالوں میں برادرِ بزرگ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ اور استادِ محترم محدث روپڑیؒ کی تبلیغ و حج وغیرہ کے سبب بسا اوقات کئی کئی ماہ کی غیر حاضری کی وجہ سے مجھے تن تنہا تعلیمی، صحافتی اور انتظامی ذمہ داریاں انجام دینے کا موقع بھی ملا۔ اس طرح اس دوران بڑے بڑے اہل علم اور مقرر حضرات کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا۔ انہی دنوں مولانا غلام اللہ امرتسری مرحوم اس مرکزِ علمی میں اکثر تشریف لایا کرتے اور خصوصی شفقت فرماتے۔ بعد ازاں زندگی بھر میرا بھی ان سے قلبی تعلق قائم رہا، اگرچہ ۱۹۶۵ء میں میرے سعودی عرب (مدینہ یونیورسٹی) چلے جانے اور ان کے لاہور سے تشریف لے جانے کے بعد مسلسل ملاقات تو باقی نہ رہ سکی لیکن وہ جب بھی لاہور آتے تو ملاقات کا موقع ضرور مل جاتا۔ میں نے ان میں جو خاص مزاج پایا، وہ جماعتی اُلجھاؤ اور کشمکش سے کنارہ کشی کا تھا جو فتنوں میں انسانی شخصیت کو داغدار ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ گویا آپ جامع ترمذی میں مروی اس ارشادِ رسول ﷺ کے مصداق تھے:

«المؤمن غِرٌّ کریم والفاجر خِبٌّ لئیم» (حافظ عبدالرحمٰن مدنی)

سن شعور سنبھالتے ہی جن علما، صلحا اور اہل اللہ کے نہ صرف نام سننے میں آئے بلکہ اِن کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا، اِن میں مولانا غلام اللہ امرتسریؒ سر فہرست ہیں، اِس لئے کہ قیامِ پاکستان کے وقت ہندوستان سے ہجرت کرکے مولانا غلام اللہؒ نے چک ۳۶ گ ب ضلع فیصل آباد کو اپنا مسکن بنایا اور یہی گاؤں بندۂ عاجز کا بھی مولد ہے۔

© rasailojaraid.com

قیامِ پاکستان کے بعد اِس وقت کے ضلع لائل پور (حال فیصل آباد) کے اِس دُور افتادہ گاؤں کی جو قسمت جاگی تو بہت سے علماے کرام اور صلحاے عظام نے جن کا تعلق فیروز پور اور امرتسر کے مختلف مقامات سے تھا، اِس دُور اُفتادہ اور گمنام سے گاؤں کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا اور اِسے دارِ ہجرت ہونے کا شرف بخشا، اِن علما و اولیا کرام میں سے مولانا عبدالحکیم بڈھیمالویؒ، مولانا عبدالغنی بڈھیمالویؒ، مولانا حافظ ابوالحسن عبداللہ محدث بڈھیمالویؒ، مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالویؒ، مولانا قدرت اللہؒ، مولانا محمد عمرؒ، صوفی محمدؒ، صوفی عبدالجلیلؒ، مولانا محمدؒ (راقم الحروف کے دادا محترم)، حاجی احمد دینؒ (دادا جان کے برادرِ اصغر) اور مولانا غلام اللہ امرتسریؒ کے اسماے گرامی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں اور آہ! اَب یہ تمام حضرات راہگراے ملکِ جاوداں ہو چکے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین!

وہ صورتیں، الٰہی! کس ملک بستی ہیں   اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں

اِن علماے کرام میں سے مولانا عبدالحکیمؒ جنہوں نے طویل عمر کے بعد ۱۹۶۱ء میں انتقال فرمایا اور جنہیں المُحلّٰی لابن حزمؒ سے خصوصی شغف بلکہ عشق تھا کہ وہ ہر وقت اِس کتاب کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے، بندۂ عاجز نے اِن سے قرآن مجید کی آخری دو سورتوں کا ترجمہ پڑھا۔ حضرت مولانا ابوالحسن عبداللہ محدث بڈھیمالویؒ میرے جلیل القدر استادِ گرامی ہیں، میں نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۸ء تک سات سال اِن کی نگرانی میں تعلیم و تربیت کے مراحل طے کئے۔ صحیح بخاری سمیت کئی ایک کتابیں پڑھیں اور اِن سے خصوصی کسبِ فیض کیا، جبکہ مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالویؒ کے سامنے اِسی گاؤں میں ۱۹۶۹ء میں الجامع الصحيح للإمام البخاري کی بلاشرکت غیرے اوّل سے آخر تک قرأت کا شرف حاصل کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ!

چک ۳۶ گ ب کے مرحوم اور موجود علما کا تذکرہ ایک مستقل کتاب کا موضوع ہے، دیکھئے اس موضوع پر قلم اُٹھانے کی اللہ تعالیٰ کسے سعادت عطا فرماتے ہیں؟ اِس وقت تو برسبیل تذکرہ یہ باتیں نوکِ قلم پر آ گئیں۔ میں ذکر یہ کر رہا تھا کہ حضرت مولانا غلام اللہ امرتسریؒ کی زیارت کا شرف مجھے بہت بچپن ہی میں حاصل ہوا، اِس لئے کہ میری ولادت کے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

وقت مولانا کی رہائش بھی چک ۳۶ گ ب میں تھی اور پھر اِس پر مستزاد یہ کہ وہ والد مرحوم کے بے حد گہرے دوست بھی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میری عمر تین چار سال کی ہوگی کہ والد مرحوم مولانا کے پاس گئے اور مجھے بھی اُٹھائے ہوئے ساتھ لے گئے۔ میرے ہاتھ میں اس وقت کانچ کی چھوٹی چھوٹی سی خوب صورت چوڑیاں تھیں۔ مولانا نے والد صاحب سے لے کر مجھے اپنی گود میں بٹھا لیا اور جب اِن کی نظر میری چوڑیوں پر پڑی تو ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ لڑکوں کے ہاتھوں میں نہیں پہنانی چاہئیں، اُنہوں نے چوڑیاں اُتار کر میری جیب میں ڈال دیں اور ساتھ ہی دل بہلانے کے لئے میری جیب میں چاندی کے دو روپے بھی ڈال دیے، جن کی اُس دور میں کافی قدر و قیمت تھی۔

والدِ مرحوم کا ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوگیا تھا مگر مولانا مرحوم نے گہرے دوستانہ تعلقات کے باعث آخر وقت تک یاد رکھا۔ جب بھی ملاقات ہوتی، بے حد محبت و شفقت سے ملتے اور والد مرحوم سے اپنے دوستانہ تعلقات کا ذکر فرماتے۔

مولانا غلام اللہؒ کا پیکر کچھ اِس طرح تھا کہ بلند و بالا قد، پُر گوشت و موزوں جسم، متناسب اعضا، کھلتا ہوا گندمی رنگ، باوقار نورانی چہرہ، چوڑی اور کشادہ پیشانی، فراخ اور روشن آنکھیں، زبان میں شیرینی اور کلام میں تاثیر جو کثرت سے ذکرِ الٰہی کا نتیجہ تھی۔

مولانا اگرچہ پاکستان میں رہے مگر اِن کی زندگی کا ابتدائی دور متحدہ ہندوستان میں گزرا۔ مولانا غلام اللہؒ صاحب کی ولادت باسعادت کی قطعی تاریخ کا تو علم نہیں ہے۔ ۱۹۱۷ء یا ۱۹۱۸ء کے قریب موضع رانی ولہ تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر میں آپ عدم سے وجود میں تشریف لائے۔ سکول میں پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ قصبہ ویرووال میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب ویرو والویؒ کے پاس تشریف لے گئے اور درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں اِنہی سے پڑھیں۔ مشہور ادیب و خطیب اور طبیب و دانشور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ بھی اِسی دور میں حضرت محدث ویرو والویؒ کے ہاں تعلیم و تربیت کے مراحل طے فرما رہے تھے۔ مولانا غلام اللہؒ صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ حکیم صاحب اگرچہ شروع ہی سے دھان پان اور قد کے اعتبار سے اُن سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں تاب و توانائی سے

© rasailojaraid.com

اِس قدر بہرۂ وافر عطا فرمایا تھا کہ بسا اوقات مصافحہ کرتے وقت وہ میرا ہاتھ اِس طرح گرم جوشی سے دباتے کہ میں زمین پر بیٹھنے پر مجبور ہو جاتا۔

حضرت محدث ویرو والویؒ سے کسب ِفیض کے علاوہ آپ نے اور بھی مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی، مثلاً اِس وقت کے منبع رُشد و ہدایت مدرسہ غزنویہ امرتسر میں آپ نے حضرت مولانا نیک محمدؒ صاحب کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کئے۔ مولانا محمد اسحٰق چیمہؒ بھی حضرت مولانا نیک محمدؒ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، میں نے ادارۂ علوم اثریہ میں قیام کے دوران مولانا چیمہؒ مرحوم کو بہت اچھے الفاظ میں حضرت مولانا نیک محمدؒ کا ذکر کرتے ہوئے سنا، اپنے اِن گرامی منزلت شیخ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا چیمہؒ مرحوم کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور وہ فرماتے کہ مولانا نیک محمدؒ بلا شبہ اِسم بامسمّٰی تھے۔ مولانا غلام اللہؒ مرحوم نے چینیاں والی مسجد لاہور میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ سے بھی اکتساب ِضیا کیا اور موطأ امام مالکؒ اور کئی دیگر کتب کا درس لیا۔ موضع باقی پور میں اُنہوں نے مولانا محمد ابراہیم باقی پوریؒ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کئے، دہلی میں شیخ عطاء الرحمٰنؒ مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ رحمانیہ میں بھی آپ نے تفسیر، حدیث اور مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں اور پھر مدرسہ رحمانیہ کے بعد آپ نے دہلی ہی کے ایک دوسرے ادارہ مدرسہ زبیدیہ میں اپنی تعلیم کی تکمیل کے مراحل طے کئے اور اسی ادارے سے سندِ فراغت حاصل کی۔ یاد رہے جماعت کے مشہور عالم اور محقق مولانا عزیز زبیدیؒ بھی اِس ادارے میں آپ کے ہم سبق تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا نے خدمتِ دین کے لئے خطابت کے میدان کا انتخاب کیا، اِن میں خطابت کی بیشتر خصوصیات موجود تھیں۔ وہ کشیدہ قامت، دلکش شخصیت، واضح اور صاف لہجہ، شیریں اور مترنم آواز اور توازن و اعتدال کے مالک تھے۔ اسلئے اپنی خطابت سے لوگوں کا دل جیت لیتے اور قلب و نظر میں سما جاتے۔ آپ نے خطابت کا آغاز موضع گوہڑ چک نمبر ۸ نزد پتوکی سے کیا اور وہاں سات سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو آپ بھی ہجرت کرکے پاکستان میں تشریف لے آئے اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے، قیام پاکستان کے بعد آپ نے اُس

© rasailojaraid.com

وقت کے ضلع لائل پور (حال فیصل آباد) کے چک ۳۶ گ ب کو اپنا مسکن قرار دیا اور یہاں محلّہ امرتسریاں کی مسجد اہلحدیث میں چھ سال تک خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے رہے، پھر ۵۴۔۱۹۵۳ء میں نقل مکانی کر کے لاہور تشریف لے گئے اور جامع مسجد اہلحدیث رام گڑھ میں چودہ سال تک خطابت کے فرائض انجام دیے۔ یہ اُن کی بھرپور جوانی کا دور تھا، روپڑی برادران حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ اور حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کے ساتھ خصوصی مراسم تھے جو کہ میدانِ خطابت کے شاہباز تھے۔ آپ نے اِن کی رفاقت میں لاہور شہر اور گردونواح میں تبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔

لاہور میں قیام کے دوران اپنے جلیل القدر استاد محترم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کے ساتھ مل کر جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کتاب وسنت کی تبلیغ و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت غزنوی مرحوم جو خود بھی ایک شعلہ نوا خطیب تھے، اپنے تبلیغی دوروں میں کبھی کبھی آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے ایبٹ آباد، مانسہرہ اور ہزارہ کے علاقوں کا تبلیغی و جماعتی دورہ کا پروگرام ترتیب دیا اور اِس اہم دورہ میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیحؒ کے علاوہ اُنہوں نے مولانا غلام اللہؒ کو بھی شامل کیا اور یہ دورہ بے حد کامیاب رہا۔ مولانا غلام اللہؒ کے فرزند گرامی، برادرم حکیم محمد جمیل جو اُن دنوں دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں زیر تعلیم تھے، راوی ہیں کہ مولانا غزنوی مرحوم اُس دورہ میں مولانا غلام اللہؒ کی پنجابی زبان میں تقریروں سے بہت خوش ہوئے اور واپسی پر مجھ سے فرمانے لگے: جمیل! آپ کے والد صاحب پنجابی زبان میں بہت اچھی تقریر کرتے ہیں۔ اِس مضمون کی ترتیب وتسوید کے لئے بنیادی معلومات برادرم حکیم محمد جمیل ہی نے فراہم کی ہیں، جس کے لئے ہم اُن کے ممنون ہیں۔

۱۹۶۷ء میں مولانا کے اکلوتے صاحبزادے حکیم محمد جمیل کا میونسپل کارپوریشن فیصل آباد میں یونانی میڈیکل آفیسر کی حیثیت سے تقرر ہوا تو مولانا غلام اللہؒ بھی رام گڑھ لاہور کو چھوڑ کر فیصل آباد تشریف لے آئے اور یہاں آ کر آپ نے پہلے جامع مسجد محمدی اہل حدیث رضا آباد میں اڑھائی تین سال تک خطابت کے فرائض انجام دیے اور پھر پندرہ سولہ برس تک فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

کے محلّہ افغان آباد میں خطبہ جمعتہ المبارک ارشاد فرماتے رہے نیز مختلف تبلیغی جلسوں اور اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے اور اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے رہے۔

۱۹۷۵ء میں بندۂ عاجز نے بھی چک ۳۶ گ ب سے فیصل آباد شہر میں رہائش منتقل کرلی۔ پہلے کچھ عرصہ محلّہ عبداللہ پور میں گزارا اور پھر جب فرید کالونی رضا آباد میں رہائش اختیار کی تو مولانا غلام اللہؒ کی رہائش بھی اِن دِنوں اِسی علاقے میں تھی، عرصۂ دراز بعد ملاقات ہوئی تو بہت محبت وشفقت سے پیش آئے۔ وہی تروتازہ اور نورانی چہرہ، وہی پُر بہار اور زعفرانی مجلس، وہی معلومات کا موجیں مارتا ہوا دریا، وہی ذکرِالٰہی کی باتیں کہ مجلس سے اُٹھنے کو جی نہ چاہے۔

اِن کی تقریر سنے ہوئے ایک عرصہ ہوگیا تھا اور اِس کی تقریب اللہ تعالیٰ نے اِس طرح مہیا فرمادی کہ کچھ عرصہ بعد ہی میرے برادرِ اصغر کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر بارات چک ۲ رام دیوالی ضلع فیصل آباد جانی تھی۔ ہم نے مولانا کو بھی بارات کے ساتھ جانے کی دعوت دی، جو اُنہوں نے قبول فرمالی۔ اتفاق کی بات کہ وہ جمعہ کا دن تھا، مسجد اہلحدیث اِس وقت چھوٹی تھی، لہٰذا بریلوی مکتبِ فکر کی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کا پروگرام بنا اور طے پایا کہ خطبہ اور امامت کے فرائض مولانا غلام اللہؒ سرانجام دیں گے۔ گاؤں کے بھی تمام لوگ خواہ ان کا کسی بھی مسلک سے تعلق تھا، موجود تھے اور پھر بارات میں شامل لوگوں کی وجہ سے سامعین کی تعداد میں کافی اضافہ ہوگیا تھا۔ خطبہ شروع ہونے سے قبل میرے چچا جان مولانا عبدالمنان مرحوم، جن کی ماہر عملیات کی حیثیت سے بڑی شہرت تھی، مولانا غلام اللہؒ سے فرمانے لگے کہ آج آپ نے ایسا خطبہ دینا ہے کہ آپ کے دورِ جوانی کی خطابت کی یاد تازہ ہوجائے، مولانا نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر خطبہ ارشاد فرمایا اور واقعی اُن کا وہ بہت کامیاب خطبہ تھا۔ دورانِ خطبہ اُنہوں نے پنجابی زبان کے نعتیہ اشعار بھی پڑھے، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بہت خوبصورت ترنم عطا فرمایا تھا۔ ترنم سے اشعار پڑھتے تو سامعین جھوم جھوم جاتے، اِس خطبہ سے اُنہوں نے بلاتمیزِ مسلک سب لوگوں کا دل جیت لیا یا یوں کہئے کہ وہ اپنے تمام سامعین کے قلب ونظر میں سماگئے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ!

مولانا غلام اللہؒ تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے، ذکر وفکرِ الٰہی اور نوافل کا کثرت

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

سے اہتمام کرتے۔ روزانہ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذکر میں مشغول رہتے اور نماز اشراق ادا کرنے کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے۔ علاوہ ازیں متحمل و بردبار، متواضع اور کریم النفس تھے۔ سالہا سال تک ایک ہی محلّہ میں رہائش پذیر ہونے اور ایک ہی مسجد میں نمازیں ادا کرنے کی وجہ سے اُنہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اوران کی شخصیت کے کئی جوہر سامنے آئے، یوں سمجھئے کہ وہ بالکل بے آزار انسان تھے، ایذا رسانی اور کسی کی دل شکنی کی شاید ان میں صلاحیت فطری طور پر ہی نہ تھی۔

۱۹۸۴ء میں جب میں اسلام آباد آ گیا تو اِن سے ملاقاتیں کم ہوگئیں، تاہم میں جب بھی فیصل آباد جاتا تو اِن سے ملاقات کی ضرور کوشش کرتا بلکہ اکثر و بیشتر مسجد ہی میں ملاقات ہوجاتی۔ نہایت بزرگانہ محبت و شفقت کا مظاہرہ فرماتے۔ غائبانہ طور پر بھی اپنے دوست واحباب میں فقیر کا اچھے الفاظ میں ذکر فرماتے، ایک دو بار اِن کی خواہش پر میں نے محمدی مسجد رضا آباد میں درسِ قرآن دیا تو اُنہوں نے بہت اچھے الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی۔

ضعف اور پیرانہ سالی کے باعث اب آپ نے مستقل خطابت کا سلسلہ چھوڑ دیا تھا، تاہم گاہے گاہے مختلف مقامات پر خطبہ دے دیتے تھے۔ وفات سے صرف ایک دن قبل بروز منگل بعد از نمازِ عشا جامع مسجد محمدی اہلحدیث، رضا آباد میں درسِ قرآن وحدیث دیا۔ اگلے دن اسی مسجد میں نمازِ عصر کی امامت کرائی اور نماز کے بعد بہت لمبی دعا مانگی۔ احباب جماعت کہنے لگے کہ آج تو مولانا نے خلافِ معمول بہت ہی لمبی دعا کی ہے۔

رمضان المبارک کے بعد شوال کے روزے رکھ رہے تھے۔ طبیعت ٹھیک تھی، شوال کا پانچواں روزہ جمیل دواخانہ، رضا آباد ہی میں افطار کیا اور پھر گھر جاکر معمول کے مطابق کھانا کھایا، نمازِ عشا بھی باجماعت کھڑے ہوکر ادا کی اور رات دس بجے تک خوش وخرم رہے۔

دس بجے کے بعد اپنے بستر پر لیٹ گئے اور پھر رات کے بارہ ؍ایک بجے کے درمیان دل کی تکلیف ہوئی جس کی وجہ سے اُٹھ کر بیٹھ گئے، آپ کے قریب ہی آپ کا ایک پوتا بھی لیٹا ہوا تھا، اس کی آنکھ کھل گئی تو اُس نے دیکھا کہ ابا جی بیٹھے ہوئے ہیں تو پوچھا ابا جان! آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ آپ نے کہا کہ ہاں تکلیف تو ہے مگر تم سو جاؤ۔ بچے نے کہا کہ امی، ابو کو بلا لاؤں، آپ نے کہا کہ نہیں کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بھی آرام سے سو جاؤ، بچہ

© rasailojaraid.com

سو گیا۔ مولانا بھی لیٹ گئے اور اِسی دوران آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی، جس کا گھر والوں کو اِس وقت علم ہوا، جب مولانا کی بہو اور حکیم محمد جمیل کی اہلیہ نے آپ کو چار بجے آواز دی کہ ابا جی! اُٹھو چار بج چکے ہیں۔ آپ نمازِ تہجد ادا کریں، میں سحری کا کھانا تیار کرتی ہوں اور پھر دونوں روزہ رکھتے ہیں۔ محترمہ کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ ایک ہی آواز پر اُٹھ جانے والے آج تین چار دفعہ آواز دینے کے باوجود نہیں اُٹھے۔ اُنہوں نے قریب جا کر بازو سے ہلایا تو دیکھا کہ جسم ٹھنڈا ہو چکا ہے، پھر اُنہوں نے سب گھر والوں کو جگایا تو معلوم ہوا کہ آپ تو اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلے گئے۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ، وَّيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُوْالْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ﴾

یہ واقعہ بروز جمعرات مؤرخہ ۱۰/نومبر ۲۰۰۵ء کو پیش آیا۔ کچھ عرصہ پیشتر آپ نے اپنی رہائش جامعہ سلفیہ کے نزدیک محلّہ حاجی آباد میں اختیار کرلی تھی۔ اس لئے نمازِ جنازہ معروف دینی وعلمی دانش گاہ جامعہ سلفیہ ہی میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بڑے رقت آمیز لہجہ میں پڑھائی جس میں جامعہ کے اساتذہ کرام، شیوخ الحدیث، علما وتجار اور ہر مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔ بلا شبہ جامعہ کی تاریخ کا یہ ایک مثالی جنازہ تھا اور پھر جامعہ کے قریب ہی قبرستان میں اللہ تعالیٰ کی اس امانت کو اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کردیا گیا ؎

وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے جہاں کی وراثت اسی کو سزا ہے
سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے نہ کوئی رہے گا، نہ کوئی رہا ہے!
جو پیدا ہوا، اُس کو مرنا ہے آخر یہاں سے اسے کوچ کرنا ہے آخر

آخر میں دعا ہے کہ اللہ ربِ ذوالجلال برادرم محمد جمیل اور دیگر تمام لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے مولانا کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے، اُن کی تمام حسنات ودینی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اُنہیں اعلیٰ علیین میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمائے۔ مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهدآء والصالحين وحسن أولئك رفيقا

www.KitaboSunnat.com